بیویوں سے حسن سلوک کی نصیحت

اپنے اندر اخلاق حسنہ پیدا کرنے کی کوشش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ / مارچ ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے فرمایا:۔

گزشتہ خطبہ جمعہ میں میں نے جھوٹ سے متعلق بہت زیادہ پرہیز کی ہدایت کی تھی اور جماعت کو یہ نصیحت کی تھی کہ اپنے اردگرد جھوٹ کے خلاف ایک جہاد شروع کریں جس کا آغاز گھروں سے ہونا چاہئے کیونکہ بالعموم تمام بدعادتیں گھروں میں پرورش پاتی ہیں اور وہاں سے نکل کر پھر گلیوں اور شہروں میں بدمناظر پیدا کرتی ہیں۔ جھوٹ تو ہر بیماری کی جڑ ہے، ہر فساد کی جڑ ہے۔ ہر قسم کے گناہوں کا آغاز جھوٹ سے ہوتا ہے اور پھر ان گناہوں کا انجام بھی جھوٹ پر ہوتا ہے۔ دنیا میں دو قسم کے ایسے دائرے ہیں جو جہاں سے شروع ہوتے ہیں وہیں جا کر مکمل ہوتے ہیں۔ نیکی کا دائرہ خدا سے شروع ہوتا ہے، سچائی سے شروع ہوتا ہے اور سچائی ہی پر جا کر انجام پاتا ہے۔ انا لله و انا اليه راجعون کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ وہ شخص جس کا آغاز سفر سچائی سے ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ہوگا وہ بالآخر خدا تک ہی پہنچے گا اور اس کی ساری زندگی خدا کی طرف حرکت کرنے کی ایک مثال ہوگی۔ گویا اس کا ہر قدم جو بظاہر آگے کی طرف اسے لے جا رہا ہے وہ انجام کار اسی منبع تک پہنچ جائے گا جس منبع سے اس کے سفر کا آغاز ہوا تھا۔

اسی طرح بدیوں کا حال ہے۔ جس شخص کی زندگی کے سفر کا آغاز جھوٹ سے ہو اس کا انجام لازماً جھوٹ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے پہلے مضمون کو کھول کر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ کی راہیں اگر تم نے تلاش کرنی ہے تو سفر تقویٰ سے شروع کرنا پڑے گا اور قرآن کریم جو تقویٰ کے سبق

دیتا ہے اس سے تمہیں کوئی ہدایت نہیں مل سکتی جب تک تمہارا پہلا قدم تقویٰ پر نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (البقرة:۳) یہ ہدایت دینے والی کتاب ہے لیکن متقیوں کے لئے اور سارے اسباق اس کتاب میں تقویٰ کے اوپر ہی بنی ہیں۔ تقویٰ ہی کے درس دینے والی کتاب ہے۔ تو جس مقام سے آغاز ہوا ہے وہی دراصل آئندہ زندگی کی راہیں متعین کرنے والا مقام ہوا کرتا ہے۔ **انما الاعمال بالنیات** (بخاری کتاب بدءالوحی حدیث نمبر:۱) میں بھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے یہی عظیم حکمت کا راز ہمیں سمجھایا کہ نیت کے وقت آغاز سفر کے وقت تم اپنے انجام کو خود ہی طے کر لیتے ہو اور بظاہر تم کسی سمت میں بھی حرکت کرو وہ پہلا قدم جو اٹھا ہے اس نے تمہاری آخری سمت معین کر دی ہے اس سے تم پھر اب ہٹ نہیں سکتے۔

اس لئے جھوٹ سے سفر کا آغاز کرنے والے کبھی بھی سچائی تک نہیں پہنچتے۔ ان کی زندگی میں جھوٹ کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور دوسری قسم کی بدیاں جو جھوٹ سے پیدا ہونے والی بدیاں ہیں جھوٹ ہی کے مختلف نام ہیں ان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور بالآخر ایسے شخص کا انجام ہمیشہ بد ہوتا ہے جو خدا سے دور ہے۔ خدا کا نام حق رکھا گیا ہے جس کا مطلب ہے وہ مجسم سچائی ہے۔ اگر چہ حق سے مراد سچائی ہے اور سچ بولنے والا نہیں لیکن خدا تعالیٰ حق ہے ان معنوں میں کہ ہر سچائی اسی سے پھوٹتی ہے، تمام سچائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے جھوٹ کو معمولی برائی سمجھنا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ جھوٹ کے نتیجے میں جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی تفصیل میں یہاں جانے کا وقت نہیں اس سے پہلے بھی بعض خطبات میں اس مضمون پر میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ اب میں عموماً اخلاق حسنہ سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اخلاق حسنہ انسانی زندگی کو سنوارنے کے لئے اور معاشرے کو سنوارنے کے لئے بہت ہی ضروری ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جو شخص اخلاق حسنہ سے مزین نہ ہو وہ کبھی بھی خدا کو نہیں پا سکتا۔ جس طرح سچائی اور جھوٹ کے درمیان ایک بُعد ہے اسی طرح بدخلقی اور خدا کے درمیان ایک بُعد ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کو صفات حسنہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ (الحشر:۲۵) قرآن کریم نے یہ راز ہمیں بتایا کہ اس کے تمام نام حسین ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس خلق میں بھی انسان خدا سے ہٹے گا اسی کا نام بدخلقی ہے اور بدخلقی اور حسن خلق اکٹھے نہیں ہو سکتے

اور خدا کا ایک بھی نام ایسا نہیں جو بد خلقی کی تعلیم دینے والا ہو۔

پس جس جس جگہ بھی انسان حسن خلق سے الگ ہوتا ہے کسی قسم کی بد خلقی اپنے اندر پیدا کرتا ہے اسے یہ حقیقت خوب سمجھ لینی چاہئے کہ اس حصے میں اس نے خود خدا سے اپنا تعلق توڑ لیا۔ اسی لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقویٰ کے بعد اخلاق حسنہ پر بے انتہا زور دیا اور بار بار جماعت کو نصیحت فرمائی کہ باخدا انسان بننے سے پہلے با اخلاق انسان بننا ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس رسول اکرم ﷺ کے معجزات میں ایک بہت ہی عظیم معجزہ آپ نے یہ بیان فرمایا کہ جانوروں کو انسان بنایا، انسان کو با اخلاق انسان بنایا اور با اخلاق انسان کو باخدا انسان بنا دیا۔

پس وہ لوگ جس بد خلقی میں بہت ہی زیادہ آگے بڑھ جاتے ہیں ان کو بہائم قرار دیا جاتا ہے۔ ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں جانوروں سے مشابہ ہیں بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف: ۱۸۰) بلکہ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں یہ فرمایا کہ جانوروں کو پہلے انسان بنایا اس سے مراد یہی ہے کہ عرب میں بلکہ دنیا بھر میں اس وقت بد خلقی کا ایسا دور دورہ تھا، ایسی حکومت قائم تھی کہ بظاہر انسان نظر آنے والے وجود بھی انسان نہیں رہے تھے بلکہ انسان کے مقام سے گر کر بہیمیت کے مقام میں داخل ہو چکے تھے۔ ایسے وقت میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ان کو انسان بنایا۔

ہر خلق کے متعلق اگر آپ غور کریں تو کسی خلق کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا کوئی آخری کنارہ ہے۔ اسی طرح بدیوں کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ایک آخری کنارہ ہے۔ بدیاں شروع ہوتی ہیں ہلکی حالت میں اور بسا اوقات انسان ان بدیوں کے باوجود بھی انسان کہلانے کا مستحق رہتا ہے۔ پھر وہ بڑھتی رہتی ہیں ان میں شرارت کا عنصر زیادہ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے فساد کا عنصر زیادہ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہر بدی بڑھتے بڑھتے کسی ایک جانور کی بدی کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ اس مضمون پر آپ غور کریں تو آج دنیا میں جتنی بدیاں رائج ہیں ان سب کا رخ بہیمیت کی طرف نظر آتا ہے اور بعض ملکوں میں بہیمیت کے مقام تک پہنچ چکی ہیں۔

اب انسان کو خدا تعالیٰ نے محبت کرنے والا وجود بنایا ہے۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے زوجیت کے ساتھ منسلک ہونے کی تعلیم دی ہے اس کی فطرت میں اس بات کو داخل کیا ہے اور اس کے نتیجے

میں قرآن کریم فرماتا ہے اسے سکینت بخشی لیکن جن قوموں نے اس مضمون کو بھلا کر اسے محض تعیش کا ذریعہ بنالیا وہ آگے بڑھتے بڑھتے ایسے مقام تک پہنچ گئیں کہ ان کا عورت اور مرد کا آپس کا سلوک جانوروں کے سلوک کے مشابہ ہوا بلکہ بعض صورتوں میں اس سے بھی زیادہ گندہ ہو گیا۔ یعنی ہر جانور کے طور اور طریق ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بعض جانور بعض طور طریق میں اتنے ادنیٰ حالت کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ جانوروں میں بھی اس کیفیت میں ایک مثال بن جاتے ہیں۔

پس سؤر ہے مثلاً اس میں بعض بدیاں، اس کے متعلق تو بدی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ جانور مکلّف نہیں ہے لیکن بعض اس کی عادات اور خصلات ایسی ہیں جو اس نوع کے تعلقات میں تمام دوسرے جانوروں سے آگے بڑی ہوئی ہیں۔ مثلاً بعض جانوروں میں حیا ہے۔ بعض جانوروں میں تو اتنی حیا ہے کہ شاذ کے طور پر انسان میں ایسی حیا دکھائی دے گی لیکن بعض جانور ایسے ہیں جن میں بے حیائی بہت زیادہ ہے۔ سؤر اس کی ایک مثال ہے۔ بعض پرندے ایسے ہیں جو اپنے تعلقات میں اتنی شرم محسوس کرتے ہیں کہ ان کے متعلق سائنسدانوں نے جب تحقیق کر کے ان کو ان خاص حالتوں میں دیکھنے کی کوشش کی تو بہت ہی زیادہ محنت اور ہوشیاری اور حکمت سے کام لینا پڑا۔ جن جانوروں کو آپ معمولی ادنیٰ ادنیٰ جانور سمجھتے ہیں ان میں بھی بعض خدا تعالیٰ نے اخلاق کے جوہر بڑی بلند حالت میں رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے نقطہ نگاہ سے آپ انہیں فطرت کہہ سکتے ہیں اخلاق نہیں کہہ سکتے لیکن انسان کے لئے سبق ضرور ہے۔ لومڑ ہے اس کے متعلق عام دنیا کا انسان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس میں بھی انسان کے لئے کوئی سبق ہوگا لیکن لومڑ کے جنسی تعلقات معلوم کرنے کے لئے سائنسدانوں کو اتنا جان جوکھوں سے کام لینا پڑا، اتنی محنت کرنی پڑی کہ عام حالات میں ممکن ہی نہیں تھا ان کے لئے چنانچہ ایسے کیمروں سے کام لینا پڑا جو اندھیرے میں دیکھتے ہیں اور ان کیمروں کو ان جگہوں پہ فکس کرنے کے لئے کہ جہاں ان کا خیال تھا کہ لومڑی کے جنسی تعلقات قائم ہو سکتے ہیں ان کو بہت زیادہ محنت کرنی پڑی کیونکہ وہ اتنا ہوشیار جانور ہے کہ اسے اگر شک پڑ جائے کہ کوئی غیر وجود اس کے اندرونی حالات کو دیکھنے کے لئے موجود ہے تو وہ اس جگہ کو چھوڑ دے گا اور کبھی بھی اپنی بے پردگی نہیں ہونے دے گا۔ چنانچہ اس کے لئے بھی انہوں نے بہت ہی زیادہ حیرت انگیز احتیاطوں سے کام لئے اور بالآخر وہ فلم تیار کی جس سے پتا چلتا ہے کہ لومڑ کی اندرونی زندگی، نجی زندگی کیا چیز ہے۔

تو عام انسان جس کو سمجھتا ہے کہ اس جانور میں کوئی بھی خوبی نہیں وہ بھی انسان کو حیا کا سبق دینے والا جانور ہے۔ تو اس قسم کے تعلقات میں جب بے حیائی بڑھی تو بڑھتے بڑھتے ایک ایسے مقام تک پہنچ گئی جہاں قانون قدرت نے ان قوموں کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو چودہ سو سال پہلے یہ خبر دی گئی کہ وہ قومیں جو جنسی تعلقات میں بے راہرو ہو جاتی ہیں اور پھر بے حیا ہو جاتی ہیں اور بے حیائی میں ایسے مقام کو پہنچ جاتی ہیں کہ وہ خود اپنی بے حیائی کو منظر عام پر لا کر فخر محسوس کرتی ہیں اور دنیا کو دکھاتی ہیں کہ ہم کتنے بے حیا ہیں۔ ایسی قوموں کے لئے خدا نے ایک سزا مقرر فرمائی ہے کہ ان کے گلے کے بعض غدود پھولیں گے، گلٹیاں بنیں گی اور ان کے نتیجے میں ایسی بیماری پیدا ہوگی جسے طاعون سے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے یا ایک قسم کا طاعون قرار دیا جا سکتا ہے اور وہ کثرت کے ساتھ بیماری ظاہر ہوگی اور ایسی بے حیا قوموں کو سزا دے گی۔ اس زمانے میں کسی ایسی بیماری کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس قسم کی حالت قوموں پر طاری ہو سکتی ہے اور پھر اس کی سزا کے طور پر خدا یہ حربہ استعمال فرمائے گا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اس بیماری کے قرب کی خبر دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ آئندہ ایک اور قسم کا طاعون بھی ظاہر ہونے والا ہے اور وہ طاعون اکثر عیسائی ممالک میں پھیلے گا اور بڑی وضاحت کے ساتھ جو نقشہ کھینچا ہے آپ نے وہ ایڈز بیماری کا نقشہ ہے۔

تو اب یہ جو حالت ہے یہ جانوروں کی حالت تک پہنچ کر اس سے آگے بڑھنے والا مقام ہے۔ یہی میں آپ کو مثال دے رہا ہوں کہ ہر بدی ایک مقام پر کھڑی نہیں ہوا کرتی نہ ہر نیکی ایک مقام پر کھڑی ہوا کرتی ہے۔ ایک لامتناہی سلسلہ ہے اور ایک دائرہ ہے جس میں وہ سفر کرتی رہتی ہے اور دائروں میں کوئی آخری مقام نہیں ہوا کرتا۔ جہاں بھی انجام ہوگا وہی بد انجام ہے اور وہی آخری انجام ہے۔ تو جن قوموں کے سفر بداخلاقیوں سے شروع ہوتے ہیں وہ بداخلاقیوں کے انتہا تک پہنچ کر رہتے ہیں پھر اور زیادہ قدم آگے بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا وہ بہیمیت کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر ان کی مثال سؤروں اور بندروں جیسی ہو جاتی ہے۔

پس چھوٹے چھوٹے بدخلقی کے افعال اگر سرزد ہوں تو انہیں معمولی جرم نہیں سمجھنا چاہئے اور

یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے کہ چھوٹی چھوٹی بداخلاقی کی باتیں ہیں ان سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ ہر بدخلقی ایک اپنے منتہا کی طرف جاری ہونے والی چیز ہے۔ متحرک چیز ہے۔ آج آپ اس میں آگے بڑھ کر کسی انتہائی ذلیل مقام تک نہ بھی پہنچیں تو آپ کی اولاد وہاں سے اس بدی کو پکڑے گی جہاں آپ نے چھوڑا تھا اور اسے لے کر آگے بڑھے گی۔ پھر وہ نسل ختم ہوگی تو اگلی نسل اس بدی کو پکڑے گی اور آگے بڑھائے گی۔ یہاں تک کہ جس طرح اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ میں نیکیاں اپنے منتہا تک پہنچ جاتی ہیں اس طرح یہ تمام بدیاں بھی اپنے منتہا تک پہنچا کرتی ہیں اور پھر قوموں کی ہلاکت کے وقت آجاتے ہیں۔

اس لئے جماعت احمدیہ جس کا سفر بہت لمبا ہے اسے ان معاملات پر بہت زیادہ سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ وہ قومیں جنہوں نے ایک ہی نسل میں ترقی کرنی ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کر لینا ہے ان کی حالت اور ہوا کرتی ہے۔ وہ قومیں جنہوں نے بعض دفعہ نسلاً بعد نسلٍ صدیوں میں جا کر اپنے اس مقصد کو حاصل کرنا ہے جس کی خاطر وہ قائم کی گئی ہیں ان کے لئے لمبے سفر والے آداب اختیار کرنے ضروری ہوا کرتے ہیں، ایسے اطوار اختیار کرنے ضروری ہوتے ہیں کہ جو لمبا عرصہ ان کا ساتھ دیں۔

پس جماعت احمدیہ کے لئے اعلیٰ خلق پر زور دینا بے انتہا ضروری ہے اگر اعلیٰ اخلاق کی جماعت احمدیہ نے اس نسل میں حفاظت نہیں کی تو اگلی نسل کی بھی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی اور اس سے اگلی نسل کی بھی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ خصوصیت سے جو خطرہ مجھے نظر آرہا ہے وہ یہ ہے کہ ماحول چونکہ بہت تیزی سے گندہ ہو رہا ہے۔ صرف انگلستان یا جرمنی یا جاپان یا چین یا امریکہ کی بات نہیں ہے ہمارے ان ملکوں میں جنہیں آپ مشرقی ممالک کہتے ہیں ایسے ممالک جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پرانی قدریں ان میں زندہ ہیں تلاش کر کے دیکھیں آپ کو پرانی قدروں کے قبرستان تو وہاں دکھائی دیں گے لیکن پرانی قدریں زندہ صورتوں میں شہروں میں بستی اور چلتی پھرتی دکھائی نہیں دیں گی۔ اس تیزی سے اعلیٰ اخلاق پر موت وارد ہو رہی ہے جیسے وبا پھیل گئی ہو جو قوموں کو ہلاک کرتی چلی جارہی ہے۔ ایسی صورت میں جماعت احمدیہ پر اس کے اثرات کا ظاہر ہونا ایک لازمی چیز ہے۔ بعض لوگ امریکہ میں مجھ سے کہتے تھے کہ ہم کہاں جائیں۔ یہاں کے حالات بہت خراب ہیں ہم اپنی نسلوں کی حفاظت کیسے کریں۔ بعض لوگ یورپ میں مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں ہم کہاں جائیں کیوں

نہ ہم واپس اپنے ملکوں کو چلے جائیں۔ ان کو میں مختلف رنگ میں نصیحت کرتا رہا ہوں اور یہ بھی بات بتانے کی کوشش کرتا ہوں کہ کس ملک میں آپ جائیں گے۔ اس ملک میں جائیں گے جسے آپ دس سال پہلے چھوڑ کے آئے تھے۔ اس کی اب وہ حالت نہیں رہی جو آپ سمجھ رہے ہیں کہ اس کی ہوگی۔ بہت سا پانی پُلوں کے نیچے سے گزر چکا ہے اور کیفیات میں ساری دنیا میں عظیم تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں۔ اگر آپ بدیوں کے مقابلے سے بھاگیں گے تو آپ کو آخر پہ پناہ گاہ کوئی دکھائی نہیں دے گی۔ کوئی جگہ نہیں ہے جہاں آپ کی حفاظت ہو سکے جہاں آپ سمجھیں کہ آپ محفوظ قلعہ میں پہنچ گئے ہیں۔ بدیوں سے مقابلہ ہی ایک طریق ہے زندہ رہنے کا اور اسی کا نام جہاد ہے۔

اسی لئے ان معاملات میں بار بار میں لفظ جہاد استعمال کرتا ہوں۔ یہ قرآنی تعلیم کے مطابق ہے۔ قرآن کریم نے بدیوں سے بچنے کے لئے جہاد کا مضمون ہمارے سامنے رکھا ہے اور یہی حقیقت جہاد ہے، یہی روح جہاد ہے۔ اس لئے جس ملک میں ہیں اگر آپ کے پاؤں وہاں سے اکھڑ گئے تو پھر کسی اور ملک میں آپ کے پاؤں نہیں جمیں گے۔ بھاگنے والا پھر بھاگتا چلا جاتا ہے اور وہ نہیں تو اس کی اگلی نسلیں مغلوب ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس لئے جہاں بھی کوئی احمدی ہے اسے بدیوں کے خلاف جہاد کرنا چاہئے اور یہ جہاد گھر سے شروع ہونا چاہئے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اعلیٰ اخلاق کے ذریعہ آپ بداخلاقی سے بچنے کا سامان کریں قرآن کریم نے یہی مضمون ہمارے سامنے رکھا ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ (المومنون: ۹۷) بدیوں سے جہاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ نے چھُرا گھونپ دیا کسی بدی کے سینے میں۔ بدی کے خلاف جہاد کا حقیقی معنی یہ ہے کہ آپ اپنے خلاؤں کو پُر کریں اور ان کو نیکیوں سے بھر دیں۔ جہاں نیکی داخل ہو جائے وہاں بدی نہیں آسکتی۔ جہاں خلا ہے وہاں بدی نے ضرور داخل ہونا ہے اور نیکی کو اپنائے بغیر آپ کسی بدی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پس اس لئے جب میں حسن خلق کہتا ہوں تو میری یہی مراد ہے کہ اپنے خلاؤں کو پُر کریں، اپنی عادات کو مزین کریں، حسین بننے کی کوشش کریں، ہر معاملے میں، خوش گفتاری میں، خوش معاملگی میں جو جو بھی انسان کے انسان سے روابط ہیں ان میں سے ہر رابطے میں اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی کوشش کریں اس کے بغیر نہ آپ بدیوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں، نہ آپ اس عظیم مقصد کو حاصل

کر سکتے ہیں جس کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے یعنی تمام دنیا کی آپ نے اصلاح کرنی ہے اور تمام دنیا میں خلق محمدیؐ کی حفاظت کرنی ہے اور تمام دنیا کو خلق محمدی ﷺ سے مزین کرنا ہے۔

اتنا بڑا کام ہو اور گھروں میں بدخلقی کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسا تضاد ہے جسے خدا کی تقدیر معاف نہیں کیا کرتی۔ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جنہیں گھروں میں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے خاوند کا بیوی سے سلوک ہے۔ جو خاوند اپنی بیوی سے اخلاق نہیں برت سکتا اس نے دنیا کو کیا اخلاق سکھانے ہیں۔ جو ماں اپنے خاوند کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتی، اس سے حسن معاملگی نہیں کرتی اس نے دنیا کو کیا اخلاق سکھانے ہیں۔ ایسا ماحول جس میں خاوند بیوی کے ساتھ بدتمیزی اختیار کر رہا ہے، بدکلامی اختیار کر رہا ہے، بدخلقی اختیار کر رہا ہے، بیوی اس کے خلاف نشوز کر رہی ہے اور باغیانہ رونہ اختیار کرتی ہے اگر وہ زیادہ جابر ہے تو اس کی عدم موجودگی میں بچوں کے کان ان کے باپ کے خلاف بھرتی ہے اور اپنی مظلومی کا رونا اپنے بچوں کے سامنے رو کر گویا اپنے خاوند کا انتقام لے رہی ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں جو بچے پلیں گے وہ دنیا کے اخلاق کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ان کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیت صادق آتی ہے: لَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ (الانعام:۱۵۲) تم اپنے ہاتھوں سے اپنی اولاد کو قتل کرنے والے ہو ایسا ہرگز نہ کرو۔ جب تم خود اپنے ہاتھوں سے اپنی اولاد کو قتل کر رہے ہو تو دنیا کو زندہ کرنے کے دعوے کیسے کر سکتے ہو۔

اس لئے بہت ہی اہم بات ہے کہ تمام گھروں میں ہر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاملگی کرے، حسن معاشرت کرے، اس کے جذبات کا خیال رکھے، اس سے نرم کلامی کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سلسلے میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ بار بار اس موضوع پر آپ نے لب بھی کھولے اور قلم بھی اٹھایا اور آپ کے ملفوظات میں بھی یہ مضمون کثرت سے ملتا ہے اور آپ کی تحریروں میں بھی یہ مضمون کثرت سے ملتا ہے۔ اس لئے آج کے لئے خصوصیت سے میں نے اس حصے کو اختیار کیا ہے کہ اپنے گھروں میں خاوند اور بیوی کے تعلقات کو درست کریں ورنہ آپ کے بچوں کے اخلاق کی کوئی حفاظت نہیں ہو سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے پس کوشش کرو

کے اپنے معاہدہ میں دغا باز نہ ٹھہرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ (النساء:۲۰) یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک
سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور حدیث میں ہے **خیر کم خیر کم لاھلہ**
(اور اربعین میں یہ روایت یوں بیان ہوئی ہے **خیر کم خیر کم باھلہ**)
یعنی تم میں اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور
جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق
سے پرہیز کرو۔ کیونکہ نہایت بدخدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں
جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد
مت توڑو۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد: ۱۷ صفحہ: ۷۵ حاشیہ)

پس جتنے بھی قضا میں ایسے معاملات ہیں جن میں نوبت طلاق تک پہنچتی ہے ان سب کا فرض ہے کہ وہ جائزہ لیں کہ انہوں نے کہیں اس فعل میں جلدی تو نہیں کی۔ کیا اس حد تک صبر سے کام لیا ہے جس حد تک صبر ممکن ہے۔ کہیں ان کی اپنی بدخلقی تو نہیں جس کے نتیجے میں نوبت طلاق تک پہنچ رہی ہے۔ پس ہر انسان کو اپنا جائزہ لینا چاہئے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اور یہ آپ کا ارشاد آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر مبنی ہے کہ نہایت بدخدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ حوالہ حدیث

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔''

اور فرمایا:

''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس اتمام نعمت کا شکر یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔'' (ملفوظات جلد ا صفحہ: ۳۰۷)

اس معاملے میں مجھے اس کثرت سے شکائتیں ملتی ہیں کہ میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر ہمارے

گھروں میں اس طرح کے آپس کے معاملات ہیں تو پھر جماعت کی ساری محنت اکارت جائے گی اور اتنے بڑے جو انتظام بنائے جارہے ہیں، کارخانے قائم کئے جارہے ہیں دنیا کو اسلام کی طرف لانے کے وہ سارے بے اثر ہو جائیں گے۔ بدخلق انسان تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے روحانیت سے کوئی بھی علاقہ نہیں رکھتا، کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا اس کا۔ اور بدخلق آدمی کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ داعی الی اللہ بنے گا یا اس کی دعوت الی اللہ میں کوئی تاثیر ہوسکتی ہے۔ بدخلقی تو خدا تعالیٰ کی صفات کے مقابل کی ایک چیز ہے۔ اسماء الحسنٰی کے خلاف ایک شیطانی کوشش کا نام بدخلقی ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی جوڑ نہیں۔ صفات باری تعالیٰ اور بداخلاقی یہ ایسے ہی ہیں جیسے رات اور دن ایک کو ہوتے ہوئے دوسرا نہیں ہوسکتا وہاں۔

اس لئے بدخلقی کرنے والے جو اپنے گھروں میں بدخلقیاں کرتے ہیں، اپنی بیویوں سے بدسلوکیاں کرتے ہیں، بات بات پہ بدتمیزی کرتے ہیں، تحکم کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اس میں ان کی مردانگی ہے۔ چنانچہ بعض ایسی اطلاعوں کے متعلق جب میں نے اپنے طور پر تحقیق کروائی تو پتا چلا کہ بعض عورتوں نے مبالغہ سے کام نہیں لیا تھا۔ واقعۃً ان کے ساتھ، بیچاریوں کے ساتھ روزمرہ یہی سلوک ہوتا ہے۔ بات بات پر جھڑکنا، بات بات پر بدتمیزی سے ان سے گفتگو کرنا، ان کو حکم دینا کہ خبردار یہاں سے اٹھ کر وہاں بیٹھو، میں جو تمہیں کہتا ہوں یوں کرو تو یوں کرنا چاہئے۔ وہ باتیں جو انسان اخلاق سے، نرمی سے، ملائمت سے کرسکتا ہے اور اپنے گھر کو خود جنت بنا سکتا ہے وہ بدتمیزی اور بدخلقی سے کرنے کے نتیجے میں خود اپنے ہاتھوں سے گھروں کو جہنم بنانے والی بات بن جاتی ہے اور پھر ایسے بچے جو ایسے باپ کو دیکھ رہے ہیں جو آتے ہی گھر میں ایک عذاب لے آتا ہے جس کے جانے سے گھر میں امن آتا ہے، جس کے آنے سے جہنم پیدا ہوتی ہے وہ بچے ہرگز اس باپ کے وفادار نہیں رہ سکتے اس باپ کے فرمانبردار نہیں ہو سکتے اور ایسا باپ جب ان کو نیکی کی نصیحت کرتا ہے تو ان بچوں کے دل میں اس نیکی کے خلاف ردعمل ہوتا ہے۔

چنانچہ وہ کبھی بھی ایسی اولاد کو نیک تعلیم دے ہی نہیں سکتے۔ نیکی کے لئے ضروری ہے کہ جس شخص کو نصیحت کی جارہی ہے اس کو نصیحت کرنے والے سے محبت ہو اور جو نصیحت کر رہا ہے اس کو اس سے محبت ہو جس کو وہ نصیحت کر رہا ہے۔ یہ ایک ایسا بنیادی نقطہ ہے جس کو بھلانے کے نتیجے میں کوئی

بھی نصیحت کا نظام کارگر ثابت نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ نبیوں کو چنتا ہے یہ درست ہے کہ یہ ایک موھبت ہے، ایک خدا تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے اور کوئی زبردستی نبوت حاصل نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ تحفے ان کو دیتا ہے جو ان تحفوں کے حقدار ہوتے ہیں خدا کی نظر میں وہ حقدار ٹھہرتے ہیں۔ چنانچہ ہر نبی اپنے زمانے میں اخلاق کا بہترین نمونہ تھا اور ہر نبی اپنے زمانے میں اپنی قوم سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا تھا۔ **چنانچہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو سارے عالم کا نبی اس لئے بنایا گیا کہ آپ سارے عالم سے محبت کرتے تھے۔ ہر انسان کا مرشد اس لئے بنایا گیا کہ ہر انسان سے آپ کو پیار تھا۔ رحمت للعالمین کا لقب تمام دنیا کی الٰہی کتابوں میں کسی اور جگہ نہیں ملے گا سوائے قرآن کریم اور یہ لقب حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔**

پس رحمت کا نصیحت سے تعلق ہے۔ ایسے والدین یعنی خاوند ہو یا بیوی جو ایک دوسرے سے بدتمیزی کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے بدخلقی سے کام لیتے ہیں ان کے بچوں کے دل میں ان کی محبت ختم ہو جاتی ہے اور ان کے بچوں کے دل میں ہمیشہ باغیانہ خیال پیدا ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنے بچوں کو نصیحت کرتے ہیں تو اس نصیحت میں بھی بدخلقی پائی جاتی ہے، اس نصیحت میں بھی تکبر پایا جاتا ہے اور بدتمیزی پائی جاتی ہے اور بچہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت ہی ذہین چیز ہے۔ بچے کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ اس کو پتا نہیں لگتا جو خیال کرتے ہیں ان کو نہیں پتا چلتا ہے کہ بچہ ہے کیا۔ بچے کو خدا تعالیٰ نے پوری ذہنی روشنی عطا کی ہوتی ہے اور بڑوں سے اس معاملے میں اس کو ایک فوقیت ہے کیونکہ روشنی طبع کو گناہ کمزور کر دیتے ہیں اور گناہ روشنی طبع کو دھندلا دیتے ہیں۔ بچہ چونکہ معصوم ہوتا ہے اس لئے اس کی روشنی طبع اکثر صورتوں میں بالغوں سے بڑھ کر ہوتی ہے اور وہ خود جو نتیجے اخذ کرتا ہے وہ صاف اور روشن نتیجے ہوتے ہیں کیونکہ بچے کے اندر معصومیت پائی جاتی ہے۔

اسی لئے سب سے زیادہ روشن ضمیر اور روشن طبع انسان خدا کے انبیاء ہوتے ہیں جو معصوم ہیں۔ معصومیت کا فطری روشنی سے گہرا تعلق ہے۔ اس لئے وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کو اپنے سے بے وقوف سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ بے وقوف ہوتے ہیں کیونکہ بچے تو روشن ضمیر ہیں وہ جو دیکھ رہے ہیں، ان کو پڑھ رہے ہیں، ان کو پتا لگ رہا ہے کہ گھر میں ہو کیا رہا ہے، ہمارے ماں باپ کی اصل نیت کیا ہے، ان کی دلی تمنائیں کس سمت مائل ہیں اور یہ کیا چاہتے ہیں۔ بدی سے محبت کرنے والے لوگ

ہیں یا نیکی سے محبت کرنے والے لوگ ہیں۔

چنانچہ وہ ماں باپ جو بدخلق ہوں ان کے بچے ان کی نصیحت کو نہیں قبول کرتے۔ کر سکتے ہی نہیں کیونکہ ان کی فطرت ان کو بتا دیتی ہے کہ اس بدخلق نے اپنی بڑائی کی خاطر ہمیں مجبور کرنے کی کوشش کی ہے، ہمیں کمزور سمجھا ہے، ہمیں اپنے سے نیچا دیکھا ہے اور چاہتے ہیں یہ لوگ کہ ہمیں زبردستی اپنے مطابق بنائیں۔ بچے اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنے ردعمل کو ظاہر نہیں کرتے یعنی بعض دفعہ نہیں کرتے بعض دفعہ پھر جب بہت زیادہ ایسے ماں باپ حد سے بڑھ جائیں تو پھر بدتمیزیاں بھی گھر میں ہونی شروع ہو جاتی ہیں، پھر ان بچوں بیچاروں کو اور مار پڑتی ہے، بعضوں کی ہڈیاں توڑ دی جاتی ہیں مار مار کے کہ ہماری بات کیوں نہیں مانتا حالانکہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ بات نہ ماننے کی ذمہ داری خود ان والدین پر ہے۔ انہوں نے بچپن ہی سے شروع سے ہی کچھ ایسا رویہ اختیار کیا ہے گھر میں جس کے نتیجے میں بچوں کے دلوں سے ماں باپ کا اعتماد اٹھ گیا ہے اور ماں باپ اس قابل نہیں رہے کہ اس کو نصیحت کر سکیں۔ سچے پیار اور محبت سے اور خلوص کے ساتھ جو نصیحت کی جاتی ہے اس کے ساتھ سچے پیار اور خلوص کا ماحول بھی ہونا ضروری ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ باپ نے نصیحت جو کی تھی اس میں تو سچائی تھی لیکن جو باپ سچا نہیں ہے اس کی نصیحت بھی جھوٹی ہو جایا کرتی ہے۔ جو باپ بدخلق ہے اس کی نصیحت میں نیک اثر نہیں رہتا کیونکہ بدخلق آدمی کی نصیحت کوئی دوسرا شخص قبول نہیں کیا کرتا۔ اس لئے اپنے گھروں کے معاشرے کو درست کریں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے اوپر تلخیاں پیدا کرنا اور حوصلے ہار بیٹھنا ذرا سی کسی کی کمزوری دیکھ کر یہ کوئی مردوں والی صفات نہیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے:

''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔''

کتنے احمدی ہیں جو اس پہلو سے باحیا شمار کئے جا سکتے ہیں اور کتنے احمدی ہیں جو اس پہلو سے بے شرم شمار کئے جا سکتے ہیں۔ اس کی تفصیل جانچنے کا تو میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے نہ خطبوں میں ایسی تفصیلیں بیان کرنے کا موقع ہوتا ہے لیکن ہر آدمی اپنے آپ کو اس کسوٹی پر پرکھ سکتا ہے اور آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا کے نزدیک وہ بے شرموں اور بے حیاؤں میں شمار ہو گا یا باحیا لوگوں میں شمار ہو گا۔

عورتوں پر بعض لوگ اتنی جلدی کرتے ہیں بدتمیزی کرنے میں اور ہاتھ اٹھانے میں کہ حیرت ہوتی ہے اور بعض دفعہ تو مسلسل اس بیچاری کو لونڈی بنا کر یہ سمجھایا جاتا ہے کہ تم مجھ سے نیچے ہو اور تمہیں بنایا اس خاطر گیا ہے کہ تم میری نوکری کرو اور میں تمہارے ساتھ ذلت کا سلوک کروں۔

خدا تعالیٰ نے جہاں مرد کی فضیلت کا ذکر کیا قرآن کریم میں وہاں اس کی ایک وجہ بھی بیان فرمائی۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ ویسے افضل ہے فرمایا اس پہلو سے افضل ہے کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرتا ہے اس کی حاجات کا خیال رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ گویا ایک پہلو سے مرد کو عورت کا نوکر بنا دیا گیا۔ وہ خدمتیں کرتا ہے، محنت سے کام لیتا ہے باہر جا کے اس لئے کہ اپنی بیوی کی ضروریات پوری کرے۔ خدمت کی فضیلت مراد ہے۔ اس راز کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھولا چنانچہ میں آگے ایک اقتباس پڑھوں گا اس میں آپ یہ الفاظ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ مطلب میں نے بتا دیا آپ کو مطلب اس کا یہی ہے کہ جو شخص یعنی خدا تعالیٰ نے مرد کو اس لئے پیدا کیا یا اس کے فرائض میں اس بات کو داخل فرمایا کہ وہ بہت محنت کرے اور اس کی محنت کا آخری مقصود یہ ہو کہ اپنے گھر پر اپنی بیوی کے آرام پر، اس کی آسائش پر، اس کی خواہشات پوری کرنے پر اور اپنے بچوں کی ضروریات پر اس محنت کے ماحصل، اس کے پھل کو خرچ کریں۔ تو نوکری اور کیا چیز ہوا کرتی ہے اور سچی نوکری میں ہی فضیلت ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا: **سید القوم خادمھم** (الجہاد لابن المبارک کتاب الجہاد حدیث نمبر ۲۰۷) خدمت کے ذریعے سیادت نصیب ہوئی۔ اس فضیلت کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے۔ خدمت کی بجائے آپ عورت کے پیسے چھیننے شروع کر دیں اور اس کی کمائی پر نظر رکھیں اور شادی کے وقت یہ غور کریں کہ فلاں عورت ڈاکٹر ہے، فلاں عورت استانی ہے گھر میں آئے گی تو اس کی تنخواہیں لے کر ہم اپنی زندگی سنواریں گے اور اپنے ماں باپ اور اپنے بہن بھائیوں پر خرچ کریں گے تو نہ آپ اس کے نوکر نہ آپ اس کے سردار، آپ تو ایک لٹیرے بن جائیں گے۔ ایک ایسا تعلق قائم کریں گے جس کی خدا اجازت نہیں دیتا اور انگلستان جیسے ملک میں بھی ایسی اطلاعیں ملتی ہیں کہ بعض لوگ اپنی بیویوں پر خرچ کرنے کی بجائے وہ جو حکومت کی طرف سے ان بیچاروں کو چھ سات

پاؤنڈ ملتے ہیں وہ بھی ان سے چھین لیتے ہیں کہ ہمیں دو ہم انتظام چلائیں گے۔ بازار سے سبزی روٹی لے آئے اور سمجھا کہ ہم نے بیوی کا حق ادا کر دیا ہے۔

بیوی کے پیسے پر نظر کی تو قرآن کریم اجازت ہی نہیں دیتا سوائے اس کے کہ وہ خوشی سے اپنے شوق سے اپنے پیار اور محبت کے نتیجے میں خود دے اور اس معاملے میں عورتوں کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر بڑا حوصلہ عطا فرمایا ہے۔ وہ مرد جو اپنی عورتوں سے محبت کرتے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں، ان سے حسن خلق سے پیش آتے ہیں وہ عورتیں اپنا کچھ سمجھتی نہیں پھر بیچاری۔ جو کچھ ہے وہ کھلا ان کے سامنے رکھ دیتی ہیں۔ اس کی سب سے عظیم الشان مثال ہمیں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے اپنے تعلقات میں نظر آتی ہے۔ حضرت خدیجہؓ بہت ہی دولت مند تھیں اور قریش کی غالباً سب سے زیادہ دولتمند عورت وہی تھیں۔ وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اخلاق سے خوب واقف تھیں کیونکہ آپ ان کے ماتحت انہی کا کام کیا کرتے تھے۔ جب شادی ہوئی ہے تو پہلی رات آپ نے اپنا سب کچھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اتنے کامل یقین کے ساتھ پیش کیا، اتنی خلوص نیت کے ساتھ پیش کیا کہ جب حضرت محمد مصطفی ﷺ نے وہ سارا مال غرباء میں تقسیم کر دیا تو ایک اُف تک نہیں کی۔ کبھی شکوہ زبان پہ نہیں لائیں کیونکہ آپ سچی خاتون تھیں اور سچائی کے بلند ترین مقام تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اس لئے آپ نے سچائی کو دیکھ کر ایک سچا فیصلہ کیا اور فرمایا اگر ایسا صاحب اخلاق انسان ہے اس نے کبھی بھی میرے مال پر کوئی نظر نہیں کرنی ایک ہی طریق ہے کہ میں اپنا سب کچھ اس کو حاضر کر دوں اور رسول اکرم ﷺ جانتے تھے کہ یہ سچی عورت ہے۔ اگر آپ یہ نہ جانتے تو کبھی کارروائی نہ فرماتے جو آپ نے وہ مال لیتے ہی آگے فرمائی۔ اگر آپ کے دل میں ادنیٰ سا بھی شبہ ہوتا ہے کہ ان کی نیت یہ ہے کہ میں دیتی تو ہوں مگر برابر خرچ کرنا ہے گھر پر تو آپ ہرگز وہ فعل نہ کرتے جو آپ نے کیا۔

عظیم الشان صداقت کی دو گواہیاں ہیں جو ازدواجی تعلقات میں اتنی روشن ہیں کہ آسمان کے ستاروں سے بڑھ کر روشنی رکھتی ہیں اور آنحضرت ﷺ کے خلق اور حضرت خدیجہؓ کے خلق کو سمجھنے کے لئے یہ ایک ہی واقعہ صاحب بصیرت کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔ آپ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سامنے سب کچھ پیش کر کے نہ صرف یہ ثبوت دیا کہ آپ کے نزدیک سب سے با اخلاق اور اخلاق

کے کمال تک پہنچنے والا وجود تھا بلکہ آپ کی صداقت کی بھی گواہی دی اور اس کے علاوہ عورتوں کے لئے ایک عظیم الشان نہ صرف نمونہ قائم فرمایا بلکہ عورتوں کا سر ہمیشہ کے لئے بلند کر دیا۔ یہ بتایا کہ عورتیں صاحب حوصلہ ہوا کرتی ہیں۔ عورتیں چھوٹے دل کی نہیں ہوتیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ عورتیں تم سے حسن سلوک کریں تو تم ان سے حسن سلوک کرو۔ اگر عورتوں کو یہ یقین ہو جائے کہ ہمارا مرد سچا ہے اور صاحب خلوص ہے اور پاک دل رکھتا ہے اور ہماری طرف سے سوائے ہمارے وجود کو اس کو کوئی حرص نہیں ہے تو ایسی عورتیں پھر کبھی غیریت نہیں رکھا کرتیں اور حضرت خدیجہؓ نے ہمیشہ کے لئے عورتوں کو ایک ایسا خراج تحسین پیش کیا ہے کہ اس کی مثال آپ کو دنیا میں اور کہیں دکھائی نہیں دے گی۔

پس اس نمونے کو آپ پکڑیں۔ جتنا آپ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اخلاق کے قریب ہوں گے اتنا ہی زیادہ اپنے گھروں پر اپنی بیویوں پر آپ کا نیک اثر پڑتا چلا جائے گا یہاں تک کہ پھر جہاں دونوں طرف سے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہو وہاں یہ غیریت مٹ جایا کرتی ہے یہ سوال ہی نہیں رہا کرتا کہ کون سا مال کس کا ہے۔ وہ دونوں یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے کا مال ہے اور یہی ہے وہ طریق جس سے گھر میں جنت پیدا ہوتی ہے لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایسی شکایتیں ملتی ہیں جو بعض دفعہ تحقیق کرو تو وہ شکایتیں مبالغہ آمیز بھی ہوتی ہیں لیکن بعض دفعہ سچی بھی نظر آتی ہیں اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ کیسا مرد ہے کیسا انسان ہے جو بجائے اس کے کہ اپنی بیوی پر خرچ کرے اس کے مال پر اس کی نگاہ ہے اور یہ جو بدنیتیں ہیں ان کا آغاز شادی سے بہت پہلے سے شروع ہو چکا ہوتا ہے۔

چنانچہ ہمارے معاشرے میں یعنی ہمارے معاشرے سے مراد ہمارا معاشرہ تو عالمی اسلامی معاشرہ ہے میری مراد یہ ہے کہ تیسری دنیا کے ملکوں میں اکثر مشرقی ملکوں میں بدقسمتی سے یہ برائیاں بہت زیادہ جڑ پکڑ چکی ہیں اور روزمرہ کی زندگی کا حصہ بنتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ اکثر اگر چہ احمدی اللہ کے فضل سے اس بات سے پاک ہیں لیکن اس کے باوجود ایسی شکایتیں آتی ہی رہتی ہیں کہ ایک عورت اب کسی لڑکی کو دیکھنے گئی کہ میں اپنے لڑکے کے لئے ایک خوبصورت سی بھولا نا چاہتی ہوں نیک سیرت، نیک فطرت ہو، ساری خوبیاں ہوں۔ دیکھا اور خوشنودی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہاں ہمیں منظور ہے اب یہ بتاؤ کہ اس کے ساتھ موٹر آئے گی تو کونسی آئے گی۔ گھر دو گے یا نہیں دو گے۔ کونسی جائیداد اس کے نام لکھو گے اور کیا کیا مزید جہیز اس کے ساتھ آنے والا ہے۔ اس کے لئے اگر تم نے

اس کو فرنیچر بنا کے دینا ہے تو اس کے بیس پچیس ہزار ہمیں کیوں نہیں دے دیتے ہم اپنی مرضی کا بنائیں گے۔ تمہیں کیا پتا کہ ہماری پسند کیا ہے۔ اس لئے ہم بہتر جانتے ہیں تم پیسے ہی دے دو اور بے شرمی اور بے حیائی سے وہ پیسے قبول کرتے ہیں پھر اور بعض دفعہ تو ایسا سخت ردعمل ہوتا ہے اس چیز کا کہ ایسے ماں باپ لکھتے ہیں کہ ہماری بیٹی کا یہ ردعمل ہے کہ میں کنواری رہ جاؤں گی میں ایسے ذلیل لوگوں کے گھر نہیں جاؤں گی لیکن بعض لوگ بیچارے ایسے مجبور ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کی بیٹیاں بڑی ہو رہی ہیں، ان کی عمریں گزر رہی ہیں کہ وہ پھر سر جھکا کر ایسی سب ذلیل اور غیر اسلامی شرطوں کو قبول کر لیتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ یہ ایک قسم کی بلیک میل ہے جو پھر کبھی بھی ان کی بیٹی کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ہمیشہ یہ کمینی نظریں، یہ ذلیل نگاہیں مزید اور مزید کا مطالبہ کرتی چلی جاتی ہیں اور اس بیٹی کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اچھا اب فلاں چیز بھی گھر سے لا کر دو، فلاں بات بھی اپنے ماں باپ سے لے کر دو۔ ایسے لوگ احمدی نہیں ہیں ان کو وہم ہے کہ وہ احمدی ہیں۔ اگر ان کو اخراج از جماعت کی سزا نہ بھی دی جائے تو خدا کی تقدیر ان کو جماعت احمدیہ اور اسلام سے خارج کر چکی ہے کیونکہ جو محمد مصطفی ﷺ کے نمونہ سے دور ہے اس کا مسلمان کہلانے کا حق ہی کوئی نہیں رہتا۔

اس لئے ان باتوں کو معمولی نہ سمجھیں ان کی بیخ کنی کریں اور اگر قطعی طور پر ثابت ہو کہ ایسا واقعہ ہوا ہے تو ان کو ظاہری طور پر بھی جماعت سے خارج کر دینا چاہئے کیونکہ اب مزید ہم اس گند کو ساتھ لے کر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اس کے نتیجے میں پھر ہر قسم کی بدخلقی پیدا ہوتی ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو پھر آگے اپنی بیویوں سے ذلیل سلوک کرتے ہیں پھر آخر ان کی بیویوں کی شرمیں بھی ٹوٹتی ہیں ان کی بھی زبانیں کھلتی ہیں پھر اگلی نسل کے بچے ہمارے برباد ہوتے ہیں۔ اتنا بڑا نقصان کیسے جماعت برداشت کر سکتی ہے۔

اس لئے تمام امراء اس بات پر نگران ہو جائیں کہ اگر آئندہ کہیں اس قسم کی بدتمیزیاں ہوں اور بدخلقیاں ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق کمال بے شرمی کے ایسے نمونہ دکھائے جائیں تو ایسے لوگوں کو بلا تاخیر جماعت سے خارج کرنے کی کارروائی کرنی چاہئے۔ پھر وہ جائیں جہاں دوسرے معاشرے میں جس قسم کے ان کے مطالبے ہیں شاید پورے ہو جائیں وہاں۔ وہاں بھی شاید ایسی باتیں چلتی ہوں لیکن احمدیت میں ہم ان باتوں کو مزید

برداشت نہیں کر سکتے۔

پھر عورتیں ہیں وہ بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وہ بھی اس قصور میں شریک ہیں کیونکہ اکثر مطالبوں کا آغاز ساسوں سے ہوتا ہے یعنی بیٹے کی ماں کی طرف سے اکثر یہ ہوتا ہے اور جن معاملات میں مجھے تحقیق کا موقع ملا ہے مجھے پتا چلا ہے کہ بسا اوقات ایسے مرد کمزور ہیں جن کی بیویاں یہ مطالبے کرتی ہیں اور ان کے بیٹے ان کے سو فیصدی غلام ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں نیکی اسی بات میں ہے کہ ہر بات میں اطاعت کرو۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اطاعت اس حد تک فرض ہے جس حد تک خدا کی اطاعت سے تمہیں باہر نہ نکالے۔ جہاں ماں باپ کی اطاعت تمہیں خدا کی اطاعت سے باہر نکلنے پر مجبور کرے وہاں تم نے خدا کی اطاعت کرنی ہے ماں باپ کی اطاعت نہیں کرنی۔ یہ واضح حکم موجود ہے اس کے باوجود بعض بے وقوف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ماں کی خواہش ہے ماں کی نیت ہے اس لئے چاہے وہ اسلام کے خلاف مطالبے کرے ہم اس کے ساتھ چلیں گے اور اس کے کہنے کے نتیجے میں پھر بعض اور بچیوں پر ظلم کرنے والے بن جاتے ہیں۔

تو آغاز عورت سے شروع ہوا ہے ظلم کا اور عورت پر ختم ہوا اور اس کے نتیجے میں پھر ساری سوسائٹی پر، سارے معاشرے پر مظالم کی ایک نا ختم ہونے والی داستان شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے بدخلقی کو اگر آپ نے روکنا ہے تو سب سے پہلے گھروں کے ماحول کو سنبھالیں اور گھروں کو بداخلاق بنانے والے جتنے بھی محرکات ہیں ان کا گلا گھونٹیں۔ ان کو جب تک آپ ختم نہیں کریں گے، نیست و نابود نہیں کرتے محض ایک فرضی جہاد کے کوئی بھی معنی نہیں ہیں۔ جہاد کا تو مطلب ہے آپ جانتے ہوں کہ دشمن کہاں ہے، کس قسم کے ہتھیار رکھتا ہے، کس قسم کی تلواریں، توپ و تفنگ سے آپ پر حملہ آور ہے جب تک آپ دشمن کے حالات سے واقف نہ ہوں، اس کی اداؤں سے واقف نہ ہوں، ان جگہوں سے واقف نہ ہوں جہاں سے اس نے حملہ کرنا ہے، ان اوقات سے واقف نہ ہوں جہاں سے اس نے حملہ کرنا ہے اس وقت تک آپ دفاع کی طاقت ہی نہیں رکھ سکتے یعنی کامیاب دفاع کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔

اس لئے جب میں کہتا ہوں بدیوں کے خلاف جہاد شروع کریں تو یہ مراد نہیں ہے کہ اٹھ کر آپ تقریریں شروع کر دیں کہ بدیوں کے خلاف جہاد کرو۔ سمجھائیں جس طرح میں آپ کو سمجھانے

کی کوشش کر رہا ہوں، تجزیہ کریں جس طرح میں تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور معلوم کریں کہ آپ کے اپنے اپنے علاقے میں بدخلقی کے اصل محرکات کیا ہیں؟ کیوں بعض بدخلقیاں رائج ہیں اور ان کو تجزیہ کر کے پھر ان کے خلاف باقاعدہ کارروائی کریں۔ اگر اس طرح آپ کارروائی کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ہماری حالت پہلے سے بہتر ہوتی چلی جائے گی لیکن وقت جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اگلی صدی میں داخل ہونے کا بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ صرف ایک سال باقی ہے مشکل سے اور ابھی ہم نے بہت سے کام کرنے ہیں۔ بداخلاقی کے ساتھ ہمیں اگلی صدی میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ تمام بداخلاقیوں کو، بدرسموں کو، ان جہالتوں کو جو اسلام سے پہلے زمانے کی باتیں ہیں ٹوکریاں اٹھائے لئے پھرتے ہیں گند کی وہ اتار کر پھینک دینا چاہئے۔

یاد رکھیں جیسا کہ میں نے شروع میں بھی کہا تھا بدیاں گھروں میں پیدا ہوتی ہیں اور گھروں سے گلیوں میں نکلتی ہیں۔ گلیاں پھر شہروں کو گندہ کرتی ہیں پھر وہ ملک گندے ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی ہے جیسے گند کی ٹوکری کوئی گھر سے اٹھائے اور گلی میں پھینک دے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں گلیاں صاف کرنے کے انتظام ہوتے ہیں اس لئے وہاں کی حکومتیں وہاں کا بیرونی نظام ان بدیوں کو بہت حد تک سنبھالتا ہے اور صفائی کرتا ہے اور ان کو جہاں تک اس نظام کی طاقت ہے دور کرتا رہتا ہے اس لئے وہ اکٹھی ہو کر اتنی نمایاں دکھائی نہیں دیتیں۔ جن بدیوں کی طرف بیرونی نظر نہیں ہوتی وہ اکٹھی ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ ان ملکوں میں بعض بدیاں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وہ گھروں میں ہی پیدا ہوتی ہیں گھروں سے باہر پھینکی جاتی ہیں گلیوں میں لیکن ان کی صفائی کا کوئی انتظام نہیں اس لئے وہ اکٹھی ہوتی رہتی ہیں۔ ظاہری گند کی صفائی کا یہاں انتظام ہے یہاں آپ دیکھیں گے ظاہری گند بہت کم دکھائی دیتا ہے لیکن بعض اور قسم کی بدیاں ہیں ان کی صفائی کا بھی انتظام ہے۔ اس پہلو سے ان ملکوں میں وہ بدیاں کم دکھائی دیتی ہیں لیکن اس بیچارے ملک کا کیا حال ہوگا جن کے گھروں میں بے حساب گند پیدا ہو رہا ہے اور ان کی ٹوکریاں صبح شام باہر گلیوں میں پھینکی جاتی ہیں اور وہاں کی حکومتیں اور وہاں کے معاشرے ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور طرف نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اب مذہبی نظام ہے، علماء کا نظام ہے ان کا کام یہ ہے کہ جو گند گھروں سے باہر نکلتے ہیں وہ گلیوں میں ان کی صفائی کا انتظام کریں۔ وہ اگر صفائی کی بجائے اپنی ٹوکریاں اور اس میں پھینک رہے ہوں تو ایسے ملکوں کے

بچنے کا پھر کیا سوال ہے۔

پس جماعت احمدیہ کو باشعور جماعت کے طور پر ان بدیوں کے خلاف جہاد کرنا چاہئے اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینے سے پہلے اپنے گھروں کو با اخلاق بنانا چاہئے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بدخلقی کو برداشت نہ کریں۔ جس طرح قرآن کریم نے تعلیم دی ہے محبت اور دردمندی سے نصیحت کر کے ہر قسم کی بدخلقی کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ آپس کی گفتگو میں ملائمت اختیار کریں، تلطف اختیار کریں، ایک دوسرے کی کمزوریوں کو معاف کرنا سیکھیں اور جہاں تک خدا اجازت نہیں دیتا وہاں معاف کرنے کا آپ کو حق نہیں لیکن جہاں اجازت دیتا ہے وہاں حتی المقدور معافی کا معاملہ کریں، معافی کا سلوک کریں جس سے انشاء اللہ تعالیٰ معاشرہ حسین سے حسین تر ہوتا چلا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادۂ مستقیم سے بہک گئے ہیں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:۲۰) مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔''

آپ اندازہ کریں کہ اگر آج سے سوسال پہلے اس کے خلاف عمل ہو رہا تھا تو اس وقت کیا ہو رہا ہوگا

''دو قسم کے لوگ اس کے متعلق بھی پائے جاتے ہیں ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے دین کا کوئی اثر ہی ان پر نہیں ہوتا اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا۔''

یہ خوش خلقی نہیں ہے یہ خودکشی ہے کہ اپنے گھروں میں جہاں خدا نے آپ کو قیم بنایا ہے وہاں بدیوں کو پنپنے دیں اور پرواہ نہ کریں اور پوچھیں ہی نہ کہ میں با اخلاق ہوں میں اپنی عورت سے نرمی کر رہا ہوں۔ وہ جس قسم کی بے حیائیاں کرے، جس قسم کی گندگی کرے، نماز سے غافل ہو، نماز سے بچوں کو غافل رکھے۔ شریعت کی حرمتوں کا خیال نہ رکھے کہ میں نرمی کر رہا ہوں اس لئے میں اس کو کچھ نہیں کہتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ اسلام نہیں بلکہ یہ جہالت ہے۔ یہ

حرکتیں کر کے گھر میں کے شریعت کی خلاف ورزیاں کر رہی ہیں عورتیں، ہر قسم کی بدیاں پھیل رہی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں ہم نرمی کا سلوک کر رہے ہیں یہ ہرگز اسلامی تعلیم نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

''بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن۔ تو نہیں کیا مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ ان میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور کنیزکوں اور بہائم سے بھی بدتر ان سے سلوک ہوتا ہے۔ مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتا ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں۔ غرض بہت یہ بری طرح سلوک کرتے ہیں یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اتار دی دوسری پہن لی۔ یہ بڑی ہی خطرناک بات ہے اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک وہ اجازت نہ دے۔'' (ملفوظات جلد ۲ صفحہ: ۳۸۷)

پھر اپنے ایک صحابی کو آپ نصیحت فرماتے ہیں۔ نصیحت جو ہے یہ بھی نصیحت کے مضمون میں ایک شاہکار ہے۔ بہت ہی سخت قسم کی اطلاعیں ان کی بدخلقی کے متعلق ملیں لیکن بدخلقی کا علاج بدخلقی سے نہیں کیا جا سکتا نرمی اور پیار سے کس رنگ میں سمجھانا چاہئے اس کا میں نمونہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت سید خصیلت علی شاہ صاحبؓ کے نام ایک مکتوب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا:

''باعث تکلیف دہی ہے کہ میں نے بعض آپ کے سچے دوستوں کے زبانی جو در حقیقت آپ سے تعلق اخلاص اور محبت اور حسن ظن رکھتے ہیں سنا ہے کہ امور معاشرت میں جو بیویوں اور اہل خانہ سے کرنی چاہئے کسی قدر آپ

شدت رکھتے ہیں۔“

کیسا پیارا انداز ہے بیان کرنے کا اور ساتھ ہی آپ ان کی طبیعت کو سمجھ رہے تھے کہ وہ جلدی غصے میں آنے والی ہے کہیں وہ دوستوں سے ہی ناراض نہ ہو جائیں کہ کس نے میری شکایت کی ہے۔ تو پہلے دوستوں کا دفاع فرمایا خود بتایا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ سے تعلق اخلاص اور محبت اور حسن ظن رکھتے ہیں۔ ایک اور اس سے سبق یہ ملتا ہے کہ وہ شکایت جو دشمنوں سے پہنچتی ہے وہ لائق تعزیر نہیں ہوتی اس کے نتیجے میں آپ تعزیر نہیں کر سکتے لیکن جو شکایت دوستوں اور محبت کرنے والوں سے پہنچتی ہے وہ سننے کے لائق ہے وہ ایسی ہے کہ اس کی طرف توجہ دی جائے۔ فرمایا:

”امور معاشرت میں جو بیویوں اور اہل خانہ سے کرنی چاہئے کسی قدر آپ شدت رکھتے ہیں یعنی غیظ و غضب کے استعمال میں بعض اوقات اعتدال کا اندازہ ملحوظ نہیں رہتا۔“

کیسی زبان کو سلجھا کر لطف کے ساتھ نرمی کے ساتھ لپیٹ کرتا کہ ان کی طبیعت میں کہیں بھی تنافر پیدا نہ ہو، جوش پیدا نہ ہو آپ نے اس پیار سے اپنے مرید کو نصیحت کی جو آپ پر ایمان لاتا تھا کہ آپ خدا کی طرف سے ہیں۔ خدا کے مقرر کردہ امام ہیں۔ جو آپ سے محبت رکھتا تھا۔ اس کے متعلق ایسی احتیاطیں فرما رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنی نصیحت میں اپنے ہم جولیوں، اپنے ہم عصروں بلکہ اپنے بڑوں سے بھی بدتمیزی کرتے ہیں ان کی نصیحت کیسے کارگر ہو سکتی ہے۔ پس نصیحت جب میں کہتا ہوں تو نصیحت کا نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ وہ طریق ہے نصیحت کرنے کا اسے اختیار کریں۔

پھر فرمایا:

”میں نے اس شکایت کو تعجب کی نظر سے دیکھا کیونکہ اول تو بیان کرنے والے آپ کی تمام صفات حمیدہ کے قائل اور دلی محبت آپ سے رکھتے ہیں۔“

ایک اور پہلو بھی نمایاں طور پر ہمارے سامنے رکھ دیا کہ وہ لوگ جو صرف شکایتیں کرتے ہیں ان کی باتوں کی طرف دھیان نہیں کرنا چاہئے۔ سچے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ساتھ خوبیاں بھی بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ خوبیوں سے بھی صرف نظر نہیں کرتے ہیں۔ جب وہ شکایت کرتے ہیں تو

ساتھ یہ بھی ان کو خوف رہتا ہے کہ اس شکایت کے نتیجے میں امام کا دل بدظن نہ ہو جائے۔ تو اسے نرم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس میں یہ برائی تو ہے لیکن ساتھ یہ خوبیاں بھی تو ہیں۔ اس لئے آپ ناراض نہ ہوں صرف اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

کیسا پاکیزہ ماحول تھا جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قائم کرنے کی توفیق بخشی۔ یہی وہ ماحول ہے جو زندہ رہنے کے قابل ہے۔ یہی وہ معاشرہ ہے جس نے آئندہ دنیا کے مردوں کو زندہ کرنا ہے۔ اس کی حفاظت آپ کو کرنی ہوگی۔ اس معاشرے کو مرنے دیا تو آپ زندگی کے پیغمبر نہیں بن سکتے۔ فرماتے ہیں:

> ''اول تو بیان کرنے والے آپ کی تمام صفات حمیدہ کے قائل اور دلی محبت آپ سے رکھتے ہیں اور دوسری کیونکہ مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ حکومت قسام ازلی نے دے رکھی ہے اور ذرہ ذرہ سے باتوں میں تادیب کی نیت سے یا غیرت کے تقاضے سے وہ اپنی حکومت کو استعمال کرنا چاہتے ہیں مگر چونکہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے عورت کے ساتھ معاشرت کے بارے میں نہایت حلم اور برداشت کی تاکید کی ہے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ آپ جیسے رشید اور سعید کو اس تاکید سے کسی قدر اطلاع کروں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی اپنی بیویوں سے تم ایسے معاشرت کرو جس میں کوئی امر خلاف اخلاق معروفہ کے نہ ہو اور کوئی وحشیانہ حالت نہ ہو بلکہ ان کو اس مسافر خانہ میں اپنا ایک دلی رفیق سمجھو اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **خیر کم خیر کم لاھلہ** یعنی تم میں سے بہتر وہ انسان ہے جو بیوی سے نیکی سے پیش آوے اور حسن معاشرت کے لئے اس قدر تاکید ہے کہ میں اس خط میں نہیں لکھ سکتا۔ عزیز من انسان کی بیوی ایک مسکین اور ضعیف ہے جس کو خدا نے اس کے حوالے کر دیا اور وہ دیکھتا ہے کہ ہر یک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔''

فرمایا بیوی تو مسکین اور ضعیف ہے لیکن وہ خدا جو نظر رکھ رہا ہے وہ مسکین اور ضعیف

نہیں ہے۔ وہ یوں ہی نہیں چھوڑی گئی بلکہ خدا تعالیٰ اس بات پر نظر رکھ رہا ہے، دیکھتا ہے کہ ہر یک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔

’’نرمی برتنی چاہیئے اور ہر یک وقت دل میں یہ خیال کرنا چاہیئے کہ میری بیوی ایک مہمان عزیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیونکر شرائط مہمان داری بجالاتا ہوں اور میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور یہ بھی ایک خدا کی بندی ہے۔ مجھے اس پر کون سی زیادتی ہے۔ خونخوار انسان نہیں بننا چاہیئے، بیویوں پر رحم کرنا چاہیئے اور ان کو دین سکھلانا چاہیئے۔‘‘

معلوم ہوتا ہے وہ اس لحاظ سے کوئی کمزوری شاید انہوں نے دیکھی ہو اور چونکہ وہ خود نیک تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ نیکی کو قائم کس طرح کرنا ہے اس لئے اس معاملے میں سختی کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

’’ان کو دین سکھلانا چاہیئے۔ درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقع اس کی بیوی ہے۔ میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرہ درشتی بھی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک شخص کو خدا نے صدہا کوس سے میرے حوالے کیا ہے شاید معصیت ہوگی کہ مجھ سے ایسا ہوا۔ تب میں ان کو کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لئے دعا کرو کہ اگر یہ امر خلاف مرضی حق تعالیٰ ہے تو مجھے معاف فرماویں اور میں بہت ڈرتا ہوں کے ہم کسی ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔‘‘ (الحکم ۱۷/اپریل ۱۹۰۵ صفحہ:۶)

یہ ہے نمونہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ اس نمونہ کو پکڑے بغیر وہ نمونہ زندہ نہیں ہوسکتا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے سیکھا۔ آپؐ ہی کے مکتب میں یہ شاگرد بڑھا اور جوان ہوا۔ آپؐ ہی کے مکتب میں اس نے اخلاق کے بلند ترین مقامات تک رسائی حاصل کی۔ اسلئے جب میں کہتا ہوں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق ہی دنیا کو زندہ کریں گے تو آج کی دنیا میں اس زمانے میں آپ کا ایک شاگرد کامل پیدا ہو چکا ہے جس نے بتایا ہے کہ وہ اخلاق صرف چودہ سو سال پرانے زمانے کی

باتیں نہیں تھیں اس زمانے میں بھی وہ زندہ ہو سکتے ہیں اور اس دور میں بھی ان کو زندہ کئے بغیر ہم دنیا کو زندہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔